غیر مسلم معاشروں میں رہائش کا شرعی حکم: ایک تحقیقی جائزہ

Shariah Rulings of Residence in Non-Muslim Societies: An Exploratory Review

Muhammad Shafi

Ph.D Research Scholar, Department of Islamiyat, Alhamd Islamic University,
Islamabad Campus.

Dr. Munir Ahmed

Associate Professor, Department of Islamiyat, Alhamd Islamic University, Islamabad
Campus.

Received on: 10-04-2024

Accepted on: 15-05-2024

Abstract

Scholars have given different opinions about living in non-Muslim societies. Islamic jurisprudence and various situations are taken into account while considering this topic. However, essence of this topic is that the Muslim should not face any predicament in his religion, faith, worship, and other important matters of life. If a Muslim dwells in a non-Muslim community and there are no impediments for him to practice his religion, such as freedom of worship, association with co-religionists, and protection of his rights, then residence is permitted in such a state. The most crucial thing is that a Muslim should have the freedom to live according to his religion. If a Muslim faces impediments in his religion, worship, or social rights, then it is not pertinent to live in such a place. If there is a Muslim community in a non-Muslim country and they are trying to practice their religion freely, it may be easier to live there, provided the Muslim is not alone or isolated there. Some scholars argue that if living in a non-Muslim country causes problems for Muslims in terms of religion and world, such as weakness in faith, aloofness from religious teaching, or social corruption, then it is not permissible to live there. Another crucial question is whether they are living under a non-Muslim rule, such as a non-Muslim government. If their rights are protected and they enjoy freedom in this rule, then there is justification for residence, provided that Muslims are free to practice their religion there. As a result, if the offspring of a Muslim may be religiously weak or she may be distant from religion, so this may also be a cause for concern. If a person can live in a non-Muslim country and practice his religion, it may be permissible for him to stay there. However, if there is any danger or hardship related to religion, then staying in such a place is not only permissible but also undesirable. Nowadays, Muslim residents of many Muslim countries are moving to non-Muslim countries. The purposes of going are different. There is a need for a Shariah review of traveling to non-Muslim societies and staying there. Under this requirement, the article under review is being written.

Keywords: Non-Muslim societies, Muslim Resides, Worship, Scholars, Muslim Community.

غیر مسلم معاشروں میں رہائش کے بارے میں علماء کرام نے مختلف آراء دی ہیں۔ اس موضوع پر غور کرتے وقت اسلامی فقہ اور مختلف حالات کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ تاہم، اس موضوع کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ مسلمان کو اپنی دین، ایمان، عبادات، اور زندگی کے دیگر اہم معاملات میں کسی قسم کی مشکلات کا سامنا نہ ہو۔ اگر مسلمان غیر مسلم معاشرے میں رہائش رکھتا ہے اور وہاں اسے اپنے دین پر عمل کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں آتی، جیسے کہ عبادات میں آزادی، اہل دین کے ساتھ میل جول، اور اپنے حقوق کا تحفظ، تو ایسی حالت میں رہائش کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ مسلمان کو اپنے دین کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہو۔ اگر مسلمان کو اپنے دین، عبادات، یا معاشرتی حقوق میں مشکلات کا سامنا ہو، تو پھر ایسی جگہ پر رہنا مناسب نہیں ہے۔ اگر کسی غیر مسلم ملک میں مسلمان کمیونٹی موجود ہے اور وہ اپنے مذہب کو آزادانہ طور پر عمل میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں، تو وہاں رہنا آسان ہو سکتا ہے، بشرطیکہ مسلمان وہاں اکیلا یا تنہا نہ ہو۔ کچھ علماء کا کہنا ہے کہ اگر کسی غیر مسلم ملک میں رہنا مسلمانوں کے لیے دین و دنیا کے لحاظ سے مفاسد پیدا کرتا ہو، جیسے ایمان میں کمزوری، دینی تعلیمات سے دوری، یا معاشرتی فساد، تو وہاں رہنا جائز نہیں ہے۔ مسلمانوں کے لیے ایک اور اہم سوال یہ ہے کہ وہ کسی غیر مسلم حکمرانی میں زندگی گزار رہے ہوں، جیسے کہ غیر مسلم حکومت کے زیر انتظام۔ اگر اس حکمرانی میں ان کے حقوق محفوظ ہیں اور انہیں آزادی حاصل ہے، تو اس صورت میں بھی رہائش کا جواز ہے، بشرطیکہ مسلمان وہاں اپنے دین پر عمل کرنے میں آزاد ہو۔ غیر مسلم معاشروں میں رہنے کے نتیجے میں اگر کسی مسلمان کی اولاد دینی لحاظ سے کمزور ہو سکتی ہے یا وہ دین سے دور ہو سکتی ہے، تو یہ بات بھی ایک تشویش کا باعث ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں بعض علماء اس بات کو اہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان اپنے بچوں کی دینی تعلیم اور تربیت کے لیے اسلامی ممالک میں رہائش اختیار کریں۔ اسلامی فقہ میں اس سوال کا کوئی ایک متفقہ جواب نہیں ہے، اور اس کا انحصار فرد کی ذاتی حالت، موجودہ حالات اور اس کے اپنے دین پر عمل کرنے کی آزادی پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص غیر مسلم ملک میں رہ کر اپنے دین پر عمل کر سکتا ہے، تو اس کے لیے وہاں رہنا جائز ہو سکتا ہے۔ تاہم، اگر دین کے متعلق کوئی خطرہ یا مشقت پیش آتی ہو، تو ایسی جگہ پر رہنا نہ صرف جائز نہیں بلکہ ناپسندیدہ ہو سکتا ہے۔ دورِ حاضر میں بہت سارے مسلم ممالک کے مسلم باشندے غیر مسلم ممالک میں جا رہے ہیں۔ جن کے جانے کے مقاصد مختلف ہوتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر مسلم معاشروں کی طرف سفر کرنے اور وہاں پر رہائش پذیر ہونے کا شرعی جائزہ لیا جائے۔ اسی ضرورت کے تحت زیر نظر مقالہ تحریر کیا جا رہا ہے۔

غیر مسلم معاشروں میں رہائش کا شرعی حکم

غیر مسلم معاشروں میں چونکہ اکثریت غیر مسلموں کی ہوتی ہے اور مسلمان وہاں پر اقلیت میں ہوتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے مسلم اقلیت کی تعارف کروایا جائے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر مسلم اقلیت کا تعارف پیش کیا جا رہا ہے:

مسلم اقلیت کی لغوی تعریف

لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو "مسلم اقلیت" دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ ان میں سے پہلا لفظ "مسلم" ہے جبکہ دوسرا لفظ "اقلیت" ہے۔ سب سے

پہلے لفظ مسلم پر بحث کی جا رہی ہے۔ لفظ مسلم عربی زبان کا لفظ ہے جس کے حروف اصلی "س، ل، م" ہیں۔ یہ سلم سلیم سلامت سے ماخوذ ہے اور یہ مختلف معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے جن میں سلامتی، سرسبز درخت، سیڑھی اور ڈول سرفہرست ہیں۔

لفظ مسلم کا اصطلاحی مفہوم

لفظ مسلم کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنی زبان سے شہادتین کا اقرار کر کے دل سے اس کی تصدیق کرنے کے ساتھ ضروریات دین پر بھی ایمان رکھتا ہو۔

مسلم اقلیت میں دوسرا لفظ "اقلیت" ہے۔ یہ لفظ بھی عربی زبان کا ہے جس کا مادہ "ق، ل، ل" ہے۔ اس کے معنی کم کرنا کے آتے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث طیبہ میں اس مادہ پر مشتمل بہت سارے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جن میں قلیل، قلیون، قلیہ اور اقل کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

اقلیت کی اصطلاحی تعریف

مختلف محققین نے لفظ اقلیت کی اصطلاحی تعریف پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ اقلیت کی تعریف کے حوالے سے ڈاکٹر سید عبدالجبار لکھتے ہیں کہ اقلیت سے مراد ایسی جماعت ہے جو کسی بڑی جماعت کے بیچ میں رہتی ہو اور معاشرتی سطح پر ایسی خصوصیات اور امتیازات کی حامل اور متصف ہو جن کی بدولت وہ اپنے آس پاس پھیلے ہوئے سماجی ماحول سے ممتاز اور علیحدہ دکھائی دے، اس میں مدغم اور گم نہ ہو پائے۔ نیز وہ چھوٹی جماعت اپنے آپ کو ایسا سماج یا ملت بھی تصور کرتی ہو جو دوسری بڑی جماعت کے زیر تسلط زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ اگر ملک میں بڑی جماعت کو اونچا سماجی مقام دیا جاتا ہو اور دیگر امتیازی رعایتوں سے نوازا جاتا ہو تو اس کے برعکس معاملہ چھوٹی جماعت کے افراد کے ساتھ کیا جا رہا ہو۔ ہر دیکھنے والی آنکھ کو ایسا نظر آئے کہ اقلیتی طبقے کو مختلف اجتماعی اور سیاسی سرگرمیوں اور ان کی منفعیتوں سے محروم رکھا جا رہا ہے اور تکثیری سماج میں اس کا ایک لگا بندھا کردار طے کر دیا گیا جس سے سرموانحراف کرنے کی اسے جرأت اور اختیار حاصل نہیں۔¹ اقلیت کی ایک تعریف ڈاکٹر سلیمان محمد تو بولیاک نے کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اقلیت کا اطلاق ہر اس جماعت پر ہوتا ہے جو اس حکومت اور وطن کی حدود سے باہر رہتی ہے جس کی طرف اصلاً اس کا انتساب ہے، بایں طور کہ اس جماعت کے افراد کے علاوہ اس ملک میں ایسا کوئی گروہ یا فرد نہ ہو جسے جدید بین الاقوامی اصطلاح میں شہریت کے حقوق حاصل نہ ہوں۔² ڈاکٹر سلیمان محمد تو بولیاک کی تعریف کی خامی یہ ہے کہ اس کے تحت وہ اقلیتیں شامل نہیں ہیں جو اس ریاست میں ہی رہتی ہیں جس کی طرف ان کا اصلاً انتساب ہے، مگر حقیقت میں وہ دینی اور لسانی بنیادوں پر ملکی معاشرے یا حکومت کا حصہ نہیں بن پاتی۔ ڈاکٹر کتانی نے اقلیت کی تعریف کچھ اور کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہماری رائے میں اقلیت سے مراد ہر وہ انسانی مجموعہ ہے جو اپنے سے زیادہ بڑے دوسرے انسانی مجموعے کے درمیان رہتا ہو، حالانکہ بعض خصوصیات و مشخصات کی بناء پر وہ بڑے انسانی مجموعے سے مختلف ہو اور اس میں اختلاف اور مغایرت کے نتیجے میں اس کے ساتھ وہی برابری والا سلوک نہ کیا جاتا ہو جو اکثریتی مجموعے کے ساتھ بالعموم کیا جاتا ہے۔

جن خوبیوں کی وجہ سے کوئی اقلیت کسی بھی اکثریت سے ممتاز ہوتی ہے، ان میں سب پہلے نسلی امتیاز و تفاوت ہے۔ اس کی مثال امریکی معاشرے میں موجود افریقی اقلیت سے دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح ان خصوصیات میں ثقافتی خصوصیت بھی شامل ہے جس میں نمایاں ترین اظہار لسانی اختلاف میں ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ اسپین میں "باسکی" اقلیت کا حال ہے۔ ان خصوصیات میں دینی اختلاف بھی ہے جیسا کہ شمالی آئرلینڈ میں کیتھولک اقلیت کا معاملہ ہے۔³ ڈاکٹر کتانی صاحب کی طرف سے بیان کی گئی اقلیت کی تعریف بہت ہی عمدہ ہے۔ اس میں صرف ایک کمی پائی جاتی ہے۔ وہ کمی یہ ہے کہ اس تعریف میں وہ اقلیتیں شامل نہیں ہوتیں جن کی تعداد تو زیادہ ہوتی ہے لیکن حکومت اور غلبہ کے لحاظ سے ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ نہیں کیا جاتا۔ جیسا کہ کچھ سال پہلے تک ساؤتھ افریقہ کے سیاہ فام افراد کا یہی حال تھا۔ اس پس منظر سے واضح ہوتا ہے کہ اقلیت سے مراد کسی بھی ملک میں رہنے والے وہ افراد ہیں جو دوسرے افراد کے مقابلے میں تعداد میں کم ہوں یا زیادہ لیکن حکومت و سیادت اور غلبہ و تسلط کے اعتبار سے ان کے ساتھ دوسروں جیسا سلوک نہ کیا جا رہا ہو۔

مسلم اقلیت کی اصطلاحی تعریف

محققین کے درمیان مسلم اقلیت کی تعریف میں بڑا سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ لوگوں کا موقف ہے کہ انہیں مسلم اقلیت کہنا ہی درست نہیں ہوگا بلکہ انہیں غیر مسلم ممالک میں آباد ہونے والے مسلمان کہا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انڈیا میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق سولہ کروڑ جبکہ محتاط غیر سرکاری اندازے کے مطابق ۲۰ کروڑ اسلام کے پیروکار پائے جاتے ہیں۔ اتنی بڑی تعداد کو اقلیت کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں کچھ ایسے ممالک بھی پائے جاتے ہیں جن میں دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کو وہاں کی اکثریت نہیں مانا جاتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک میں اقتدار غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے جبکہ وہاں رہنے والے مسلمان سیاسی طور پر لاپچار بن کر رہ رہے ہیں۔⁴ کچھ محققین کا نظریہ یہ ہے کہ اکثریت اور اقلیت کا معیار یا کسی بھی ملک کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا اعتبار تعداد کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔ اگر وہاں رہنے والے لوگوں کی آبادی ۵۰ فیصد سے کم ہے تو ان کو اقلیت شمار کیا جائے گا اور اگر وہ مجموعی طور پر ۵۰ فیصد سے زیادہ ہیں تو انہیں وہاں کی اکثریت مانا جائے گا اور اس ملک کو مسلم ملک شمار کیا جائے گا۔⁵ اس معیار پر اعتراض وارد کیا جاسکتا ہے کہ اس معیار کی روشنی میں کچھ ایسے ممالک کو بھی غیر اسلامی ممالک کی فہرست میں شمار کرنا لازم آئے گا جہاں مسلمانوں کی تعداد دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی بانسبت زیادہ ہے لیکن ان کا مجموعی تناسب ۵۰ فیصد سے کم ہے۔ دنیا میں اس کی بہت ساری مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً یورپ کے "البانیا"، براعظم افریقہ کے تنزانیہ اور نائیجیریا ایسے ملک ہیں جن میں مسلمانوں کی تعداد وہاں رہنے والے دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے مقابلے میں زیادہ ہے لیکن مجموعی طور پر وہ اس ملک کی آبادی کے پچاس فیصد سے کم ہیں۔ اسی طرح دنیا میں کچھ مسلم حکومتیں ایسی بھی ملتی ہیں جن میں مسلمانوں کا عددی تناسب اتنا کم ہے کہ انہیں اقلیتی شمار کیا جائے لیکن وہاں کا اقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے۔ افریقی ملک "غابون" کو اس کی مثال بنا کر پیش کیا جاسکتا ہے۔ بعض محققین کی طرف سے بیان کردہ مسلم اقلیت کی تعریف کا ذیل میں تذکرہ کیا جا رہا ہے:

۱۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی مسلم اقلیت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک ملک سے دوسرے ملک کی طرف ہجرت کرنے کے سبب اور پوری دنیا کے ایک دوسرے سے بالکل قریب ہو جانے کے سبب یہ لفظ ہمارے زمانے میں بہت عام ہو گیا ہے۔ اس سے مراد کسی بھی ملک میں وہ انسانی گروہ ہے جو اپنے دین، مذہب، نسل، زبان یا کسی اور بنیادی و اساسی چیز میں اس ملک کے اکثریتی گروہ سے مختلف ہو۔ مثلاً مسیحی معاشروں میں رہنے والی مسلم اقلیتیں، ہندوستان میں ہندو معاشرہ میں رہنے والی مسلم اقلیت، چین میں بودھ معاشرہ میں رہنے والی مسلم اقلیت، یہ اقلیتیں اپنے دین اور عقائد میں اس ملک کے اکثریتی گروہ سے مختلف ہیں، اسی طرح مصر، شام اور عراق وغیرہ ممالک میں مسلم معاشروں میں مسیحی اقلیتیں، مراکش، ایران اور ترکی وغیرہ میں یہودی اقلیتیں اور بہت سے دیگر ممالک میں کیتھولک اقلیتیں۔ بہت سے ممالک میں لسانی اقلیتیں ہوتی ہیں۔ مثلاً گینڈا میں وہ اقلیت جو فرانسیسی زبان بولتی ہے۔ دنیا میں موجود مختلف اقلیتوں کے درمیان سب سے نمایاں اقلیت دینی اقلیت ہے، یہی وہ اقلیت ہے جو دنیا کے مختلف حصوں میں مختلف مشکلات اور تنازعات کا شکار ہوتی رہتی ہے۔⁶

۲۔ کچھ محققین کہتے ہیں کہ مسلم اقلیت سے مراد وہ اسلامی گروہ ہے جو کسی دوسرے انسانی گروہ کے درمیان رہائش پذیر ہو حالانکہ اسلام کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے وہ دوسرے گروہ سے بالکل الگ ہو اور اس کی پوری کوشش ہو کہ ہر لحاظ سے اپنے دین و ایمان کو اس ملک میں محفوظ رکھے۔⁷

بعض محققین کی طرف سے بیان کی گئی تعریف درست نہیں ہے۔ درست نہ ہونے کی وجہ یہ ہے اس میں جامعیت نہیں پائی جا رہی۔ کیونکہ اس میں ان مسلم اقلیتوں کو شامل نہیں کیا گیا جو کسی ملک میں غیر مسلموں سے تعداد میں زیادہ ہیں لیکن سیاسی اور حکومتی سطح پر محکوم بن کر رہ رہے ہیں۔ اس کی مثال میں البانیا کے ملک کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ یہ تعریف پختہ اور مضبوط بھی نہیں ہے کیونکہ اس میں ایسے ممالک بھی شامل ہو جاتے ہیں جہاں مسلمانوں کی مجموعی تعداد دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے کم ہے لیکن ملک میں مسلمانوں کی حکومت ہے، جس کی وجہ سے وہ اقلیت میں شمار نہیں کیے جاتے۔ اس کی مثال میں افریقی ملک "غانبون" کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ اس تعریف کی خوبی یہ ہے کہ یہ اکثر مسلم اقلیتوں کو شامل ہے لیکن کچھ مسلم اقلیتیں اس سے نکل جاتی ہیں۔

۳۔ مسلم اقلیت سے مراد وہ انسانی مجموعہ ہے جو دین اسلام کی اطاعت کرتا ہو اور وہ ایسی جماعت کے ساتھ رہائش پذیر ہو جو دوسرے ادیان کے پیروکار ہوں اور اسی دوسری جماعت کو ہی مسلمان جماعت پر سیادت اور بالادستی حاصل ہو۔

مسلم اقلیت کی بیان کردہ آخری تعریف ہر لحاظ سے جامع اور مانع ہے۔ اس تعریف کے ذریعے مسلم اقلیتوں کی تمام اقسام کا احاطہ کرنا ممکن محسوس ہو رہا ہے۔ اس تعریف کے ذریعے ایسی مسلم اقلیتوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جو عدوی اعتبار سے تو اقلیت میں ہیں لیکن حکومت پر یہی لوگ قابض ہیں جس کی وجہ سے انہیں اقلیت شمار نہیں کیا گیا۔

غیر مسلم معاشروں میں رہائش کا حکم

اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ دین اسلام نے بہت سارے ایسے احکام وضع کیے ہیں جو صرف غیر مسلموں کے

ساتھ اہل اسلام کے تعامل اور تعلق کو واضح کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ زندگی کے مختلف امور و معاملات میں ان کے ساتھ کس طرح کا موقف اختیار کرنا مسلمانوں پر لازم ہے۔ غیر مسلم معاشرے اپنے مختلف النوع عقائد و تصورات اور ادیان و مذاہب کی وجہ سے باہم بے حد مختلف ہوتے ہیں۔ انہیں کسی ایک خانے یا ایک سطح پر رکھنا، یا ان کے تعلق سے ایک طرح کا تعامل اختیار کرنا خلاف عقل بھی ہے اور خلاف شریعت بھی ہے۔ اسلام کے نزدیک دینی اعتبار سے تمام انسانوں کو دو بڑے گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک مسلمان اور دوسرا کافر۔ کفار میں بھی بہت سارے گروہ پائے جاتے ہیں۔ کتب فقہ میں کفار کی درج ذیل اقسام بیان کی گئی ہیں:

۱۔ اہل کتاب

فقہائے کرام کے درمیان اہل کتاب یا کتابی کی تحدید و تعیین کو لے کر اختلاف کیا گیا ہے۔ اہل کتاب کی تعریف کے بارے میں فقہائے کرام کی دو آراء سامنے آتی ہیں۔ پہلی رائے فقہائے احناف کی ہے جن کے مطابق اہل کتاب سے مراد وہ سارے لوگ ہیں جو کسی آسمانی دین پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اس دین کی کوئی محرف آسمانی کتاب ہے جیسے کہ تورات، زبور، انجیل، صحف ابراہیم، صحف شیت وغیرہ۔⁸ امام شافعی علیہ الرحمہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔⁹

فقہائے کرام کے اس گروہ کے نزدیک اہل کتاب کا اطلاق صرف یہود و نصاریٰ پر ہی نہیں ہوتا بلکہ اہل کتاب میں وہ تمام لوگ شامل ہیں جو کسی ایسے دین کے پیروکار ہوں جس کی دینی اور مذہبی کتاب کی اصل سماوی ہو۔ ان فقہائے کرام کی تعلیمات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان فقہائے کرام نے لفظ "اہل کتاب" کے لغوی پہلو کی رعایت کی ہے۔ جس کے واضح معانی یہ بنتے ہیں کہ کسی بھی آسمانی کتاب کے ماننے کو اہل کتاب کہا جاتا ہے۔ حنبلی علماء و محققین میں سے امام ابو یعلیٰ نے بھی یہی موقف اختیار کیا ہے۔¹⁰

اس کے برخلاف جمہور فقہائے کرام کا خیال یہ ہے کہ اہل کتاب سے مراد صرف یہود و نصاریٰ ہیں۔ دوسرے کسی بھی دین کو ماننے والے لوگ اہل کتاب کے زمرے میں نہیں آتے۔ ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفِيلِينَ۔¹¹

ترجمہ: تم یہ نہ کہو کہ کتاب ہم سے پہلے دو جماعتوں پر اتری تھی اور ہم اس کے پڑھنے اور پڑھانے سے غافل تھے۔

اس آیت کریمہ سے اس طریقے سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر اہل کتاب کے دائرے میں دو سے زیادہ گروہوں کو شامل کیا جائے تو اس آیت کریمہ میں تشبیہ کا صیغہ بے معنی ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت مجاہد اور حضرت قتادہ وغیرہ کے نزدیک اس آیت کریمہ میں دو گروہوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہی ہیں۔ جمہور فقہائے کرام کہتے ہیں کہ دیگر آسمانی صحیفوں اور آسمانی کتابوں کو ماننے والے لوگ اہل کتاب میں اس لیے شمار نہیں کیے جاسکتے کہ ان دو کتابوں کے علاوہ نازل ہونے والے آسمانی کتابیں اور صحیفے صرف مواعظ اور امثال کا مجموعہ ہوتے تھے، ان میں احکام و تشریحات اور قوانین نہیں پائے جاتے تھے۔ لہذا ان کتب کا حکم وہ نہیں مانا جائے گا جو تورات اور انجیل نامی آسمانی کتب کا ہے کیونکہ یہ دونوں کتابیں احکام و شرائع لے کر نازل ہوئی تھیں۔ اہل کتاب ہونے کے لیے یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ کوئی یہودی یا نصرانی

اپنے دین و مذہب کے مطابق اعتقاد اور عمل کا مظاہرہ بھی کرے۔ جمہور علمائے کرام کا موقف یہ ہے کہ اہل کتاب ہونے کے لیے صرف ان کے عقائد کو ہی مان لینا کافی ہے۔ لہذا اس سے واضح ہوتا ہے کہ صرف یہودیت یا نصرانیت پر ایمان رکھنے سے ہی کوئی انسان کتابی بن جاتا ہے۔

۲۔ مجوسی

غیر مسلموں کے دوسرے نمایاں گروہ کا نام مجوسی یعنی آگ پرست ہے۔ مجوسی ایسے لوگوں کو کہا جاتا ہے جو روشنی، آگ، پانی یا ہوا کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ لوگ زرتشت کی نبوت یا اس کی خدائی کے قائل ہیں۔ ایک قول کے مطابق زرتشت کی ایک الہامی کتاب بھی تھی۔ مجوسیوں کی ایک کتاب ان کی شریعت یا شرعی احکام پر مشتمل ہے۔ ان لوگوں کے بہت سارے فرقے ہیں۔¹² امام شافعی کے نزدیک یہ لوگ اہل کتاب ہیں۔ ان کے نزدیک مجوسیوں کو بھی اہل کتاب میں شامل کیا جائے گا۔¹³ حضرت علیؓ سے نقل کیا جاتا ہے کہ مجوسیوں کے پاس ایک کتاب تھی جسے یہ لوگ پڑھتے تھے اور ان کے پاس ایک علم تھا جس کا یہ لوگ آپس میں مذاکرہ کرتے تھے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے اٹھالیا گیا۔ اس روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

كان للمجوس كتاب يقررونه و علم يدرسونه ولكنهم رفعوا¹⁴

امام صنعانی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان:

سنوا بهم سنة اهل الكتاب¹⁵

ترجمہ: تم ان کے ساتھ اہل کتاب والا معاملہ کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مجوسی حقیقت میں اہل کتاب نہیں ہیں، لیکن ہمارے دین نے جزیہ وغیرہ کے امور میں ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا معاملہ کیا ہے۔¹⁶ جامع ترمذی کی ایک دوسری روایت سے بھی اسی جیسا مفہوم اخذ ہوتا ہے۔ حضرت بجالہ بن عبدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مجوسیوں سے اس وقت تک جزیہ قبول نہیں کیا جب تک حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے اس بات پر گواہی نہیں دے دی کہ نبی اکرم ﷺ نے مقام ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا تھا۔ اس حدیث کے عربی الفاظ درج ذیل ہیں:

أَنَّ عُمَرَ كَانَ لَا يَأْخُذُ الْجِزْيَةَ مِنَ الْمَجُوسِ، حَتَّى أَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَوْفٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "أَخَذَ الْجِزْيَةَ مِنَ مَجُوسِ هَجَرَ"¹⁷

جمہور علمائے کرام کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ امام ابو ثور کے علاوہ جملہ علمائے دین نے ان کے ذبیحوں کا کھانا اور ان کی خواتین سے نکاح کرنا حلال نہیں مانا ہے۔¹⁸ دوسرے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو حضرت علیؓ اور امام شافعی کا قول اختیار کرنے سے لازم آتا ہے کہ قرآنی آیت کے ظاہری مفہوم کے برخلاف یہ مانا جائے کہ اہل کتاب دو کے بجائے تین گروہ ہیں۔¹⁹

۳۔ طہرین

طہرین اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خالق کائنات کے وجود کو ہی تسلیم نہیں کرتا۔ اس کے قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ اس دنیا کا کوئی بنانے والا نہیں ہے

اور یہ کہ تمام موجودات و مخلوقات بلا کسی صانع اور خالق کے اپنے آپ پیدا ہو گئی ہیں۔ اس طرح سے یہ لوگ مصنوعات کو صانع سے اور مخلوقات کو خالق سے کاٹ دیتے ہیں اور قرآن کریم کے الفاظ میں کہتے ہیں:

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمُ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ²⁰
ترجمہ: اور وہ بولے تو نہیں مگر یہی ہماری دنیاوی زندگی مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں ہلاک نہیں کرتا مگر زمانہ اور انہیں اس کا علم نہیں وہ تو صرف گمان دوڑاتے ہیں۔

دہرے کا لفظ دہر سے بنا ہے جس کے معنی زمانہ کے ہیں۔ مجازی طور پر اس سے طولِ عمری اور گردشِ ایام بھی مراد لیا جاتا ہے۔ اس مذہب کے ایک فرقے کا موقف یہ ہے کہ کسی بھی چیز کا کوئی نقطہ آغاز نہیں ہوتا۔ یہ اپنی طاقت کے زور پر واقع ہوتی ہیں اور مستقبل میں بھی ہوتی رہیں گی اور یہ دنیا ہمیشہ سے رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔²¹

۴۔ مشرکین

ان کفار کو شرک کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے مشرکین کہا جاتا ہے۔ پوری دنیا میں بسنے والے مشرکین کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنے خود ساختہ معبودوں کو اللہ کے برابر خیال کرتے ہیں۔²² ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم کسی کو اللہ کا مد مقابل بنا دو حالانکہ اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔²³ ہر زمانے کے مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے کہ وہی خالقِ حقیقی ہے اور وہی ہر شی کا مالک ہے۔ تاہم توحیدِ ربوبیت کو ماننے کے بعد اس کے تقاضوں کو یہ لوگ پورا نہیں کرتے۔ عبادت و اخلاص کا تنہا حقدار یہ لوگ اللہ کو نہیں سمجھتے بلکہ اس کے ساتھ غیروں کو بھی دیوی دیوتا اور چھوٹے خدا بنا لیتے ہیں تاکہ ان کے ذریعے حقیقی رب، سب سے بڑے معبود یعنی اللہ تعالیٰ کا تقرب انہیں حاصل ہو جائے۔ اس سلسلے میں یہ لوگ اپنے ذوق اور طبیعت کے مطابق اصنام و اوثان اور مظاہر قدرت کو رب بنا لیتے ہیں۔ اس میں وہ سب معبود شامل ہیں جن کی عبادت دنیا بھر کے مشرکین کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں، خواہ وہ ملائکہ ہوں، جن ہوں، انبیاء اور اولیاء ہوں، زندہ یا مردہ انسانوں کی ارواح ہوں، یا سورج، چاند، ستارے، جانور، درخت، دریا، بت اور خیالی دیویاں اور دیوتا ہوں۔ فی الوقت مشرکین کی بہت سی ملتیں ہیں جنہیں بعض ممالک میں اکثریت کا درجہ حاصل ہے جیسا کہ ہندو ازم، کنفیوشس ازم، بدھ ازم، شنتو ازم اور سکھ ازم وغیرہ کا معاملہ ہے۔

مسلم ممالک میں رہنے والے کسی بھی مسلمان کو غیر مسلم ملک میں سفر کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔ تعلیم کے حصول کے لیے یا کسی دوسری غرض کے لیے کوئی بھی مسلمان غیر مسلم ملک میں جانے کا سوچ سکتا ہے۔ کچھ مالدار مسلمان سیر و سیاحت اور تفریح کے لیے غیر مسلم ممالک کا سفر کرتے ہیں۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا کوئی مسلمان کسی غیر اسلامی ملک کی طرف سفر کر سکتا ہے، وہاں عارضی یا مستقبل طور پر اقامت اختیار کر سکتا ہے؟ اس مسئلہ میں محققین کا اختلاف ہے کہ غیر مسلم ممالک کا سفر کرنا یا وہاں رہائش پذیر ہونا کسی مسلمان کے لیے جائز ہے یا نہیں۔ اس حوالے سے ہمیں دو اقوال ملتے ہیں۔ کچھ محققین اس کی حرمت جبکہ کچھ اس کی حلت کے قائل ہیں۔ حرام قرار دینے

والوں میں فقہاء مالکیہ سرفہرست ہیں۔ امام مالک مکروہ جانتے تھے کہ کوئی مسلمان تجارت کی غرض سے غیر مسلم ممالک میں جائے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ کوئی مسلمان ایسے ملک میں نہ جائے جہاں شرکیہ احکام و قوانین اس پر جاری کیے جائیں۔²⁴ ایک اور مقام پر فقہاء مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ارضِ شرک میں تجارت وغیرہ کسی غرض سے داخل ہو، الا یہ کہ اسے وہاں کسی مسلمان کا فدیہ دے کر اسے چھڑانا مقصود ہو، ایسے میں وہ وہاں داخل ہو سکتا ہے۔ اگر اس ایک مقصد کے علاوہ کسی اور مقصد سے وہ داخل ہوتا ہے، حالانکہ اسے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا، تو اس کا یہ عمل اس کے حق میں جرح و ملامت کا باعث ہو گا اور اب اس کے امام المسلمین بننے اور گواہی دینے کی اہلیت ساقط ہو جائے گی۔²⁵ حرمت کے قائلین نے دلیل میں ارشادِ باری تعالیٰ کو پیش کیا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمْ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ²⁶

ترجمہ: جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں اور اپنے مال کھپائے اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ رہے وہ لوگ جو ایمان تولے آئے مگر ہجرت کر کے دارالسلام میں آئیں گے تو ان سے تمہاری ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت کر کے نہ آجائیں۔ ہاں اگر وہ دین کے معاملے میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ سے دیکھتا ہے۔ آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے اسلام کو قابل قبول نہیں مانا ہے جو بلادِ اسلام میں ہجرت کر کے نہیں آجاتے تاکہ انہیں وہاں اسلامی سرپرستی اور نگہبانی حاصل ہو جائے۔ جب دارالسلام ہجرت نہ کرنے آئے والوں کے تئیں یہ فرمایا گیا ہے تو دارالسلام چھوڑ کر دارالکفر جانے والوں کو بدرجہ اولیٰ اس آیت کے حکم کا محل مانا جائے گا۔

نیز یہ فرمان باری بھی:

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمْ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِينَ أُنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا - فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا غَفُورًا وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ مُرْعَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْنَتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا²⁷

ترجمہ: جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور اور مجبور تھے۔ فرشتوں نے کہا، کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟ یہ وہ ہیں

جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔ ہاں جو مرد، عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعد نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔ جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں پناہ لینے کے لیے بہت جگہ اور بسراوقات کے لیے بڑی گنجائش پائے گا اور جو اپنے گھر سے اللہ اور رسول ﷺ کی طرف ہجرت کے لیے نکلے، پھر راستے ہی میں اسے موت آجائے، اس کا اجر اللہ کے ذمے واجب ہو گیا، اللہ بہت بخشش فرمانے والا اور رحیم ہے۔

مولانا مودودی اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہاں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جو شخص اللہ کے دین پر ایمان لایا ہو، اس کے لیے نظام کفر کے تحت زندگی بسر کرنا صرف دو ہی صورتوں میں جائز ہو سکتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ اسلام کو اس سر زمین میں غالب کرنے اور نظام کفر کو نظام اسلام میں تبدیل کرنے کی جدوجہد کرتا رہے، جس طرح انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے ابتدائی پیرو کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ وہ درحقیقت وہاں سے نکلنے کی کوئی راہ نہ پاتا ہو اور سخت نفرت اور بیزاری کے ساتھ وہاں مجبوراً قیام رکھتا ہو، ان دو صورتوں کے سوا ہر صورت میں دارالکفر کا قیام ایک مستقل معصیت ہے اور اس معصیت کے لیے یہ عذر کوئی بہت وزنی عذر نہیں ہے کہ ہم دنیا میں کوئی ایسا دارالسلام پاتے ہی نہیں ہیں جہاں ہم ہجرت کر کے جا سکیں۔ اگر کوئی دارالسلام موجود نہیں ہے تو کیا خدا کی زمین میں کوئی پہاڑ یا جنگل بھی ایسا نہیں ہے جہاں آدمی درختوں کے پتے کھا کر اور بکریوں کا دودھ پی کر گزارا کر سکتا ہو اور احکام کفر کی اطاعت سے بچ سکتا ہو۔

کچھ لوگوں کو ایک حدیث سے غلط فہمی ہوئی ہے جس میں ارشاد ہوا ہے کہ فتح مکہ کے بعد اب ہجرت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ حدیث دراصل کوئی دائمی حکم نہیں ہے، بلکہ صرف اس وقت کے حالات میں اہل عرب سے ایسا فرمایا گیا تھا۔ جب تک عرب کا بیشتر حصہ دارالکفر اور دارال حرب تھا اور صرف مدینہ اور اطراف مدینہ میں اسلامی احکام جاری ہو رہے تھے، مسلمانوں کے لیے تاکید حکم تھا کہ ہر طرف سے سمٹ کر دارالسلام میں آجائیں۔ مگر جب فتح مکہ کے بعد عرب میں کفر کا زور ٹوٹ گیا اور قریب قریب پورا ملک اسلام کے زیر نگیں آ گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اب ہجرت کی حاجت باقی نہیں رہی ہے۔ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں تھا کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے تمام حالات میں قیامت تک کے لیے ہجرت کی فرضیت اب منسوخ ہو گئی ہے۔²⁸

ان آیات میں ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے مسلمانوں پر ہجرت فرض کر رہے ہیں جو مشرکین کے پاس رہتے ہیں اور اپنے دین کی اقامت اور نفاذ کی قدرت نہیں رکھتے، حالانکہ وہ نقل مکانی اور ہجرت کے لیے مطلوبہ قدرت اور طاقت سے متصف ہیں۔ مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت کریمہ اس طرح کے تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے یعنی ہجرت نہ کر کے کفار کے بیچ ہی رکنے کا فیصلہ کرنے والے بھی اس میں شامل ہیں، جب کہ ان کے بیچ رہتے ہوئے وہ اپنے دینی احکام و واجبات کی ادائیگی کی قدرت نہ رکھتے ہوں۔ اگر ایسا کوئی مسلمان ہجرت کی قدرت رکھتا ہے، کسی طرح سے بھی اور کسی حیلے کے ذریعے بھی تو وہ معذور نہیں سمجھا جائے گا اور ایک حرام کام تکب شمار کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت میں "الا المستضعفین" کا استثناء کیا ہے۔ یعنی ایسے مسلمان جو کمزور سمجھ کر دبا لیے گئے ہوں۔ گویا بتایا جا رہا ہے کہ

ان لوگوں کے پاس اللہ کی نظروں میں ہجرت نہ کرنے کا معقول عذر ہے۔ ایسے مسلمان جن کا ضعف حقیقی ہے۔ بیمار اور معذور مرد اور کمزور و ناتواں خواتین اور بچے وغیرہ ایسے مسلمانوں کے تعلق سے اندازہ ہے کہ وہ کسی طرح بھی مشرک ملک کو چھوڑ کر از خود نہیں جاسکتے، اگر جانا بھی چاہیں تو راستہ طے نہ کر سکیں گے اور اگر راستہ طے بھی کر لیں تو دوسرا کوئی مسلمان ملک ان کے لیے اپنے دروازے نہیں کھولے گا۔

غیر مسلم ممالک کی طرف سفر کرنا اور وہاں رہائش پذیر ہونے کے حوالے سے دوسرے گروہ کا موقف یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ اس حوالے سے امام قرطبی فرماتے ہیں کہ اگر زاہد اور سفر اور سواری کا انتظام نہ ہو تو ہجرت نہ کرنا بھی جائز ہے۔²⁹ اگر کوئی مسلمان دارالکفر میں موجود اپنے اموال و املاک کو دارالسلام منتقل کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اور کوئی وسیلہ سفر بھی نہیں پاتا تو اس کے حق میں ہجرت کرنا فرض نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں میں اور میری والدہ ان کمزوروں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے معذور قرار دیا ہے۔ وہ عورتوں میں سے تھیں اور میں بچوں میں سے تھا۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

كُنْتُ أَنَا وَأُمِّي، مِنَ الْمُسْتَضْعَفِينَ أَنَا مِنَ الْوِلْدَانِ، وَأُمِّي، مِنَ النِّسَاءِ۔³⁰

اگر کوئی عاجز یا معذور والا مسلمان جیسے تیسے ہمت کر ڈالے اور بہ وقت دارالکفر سے نکل جائے تو وہ ان شاء اللہ مستحق اجر و ثواب ہو گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اس طرح کمزور سمجھ کر دبا لیے گئے مسلمانوں کے حق میں نمازوں میں دعائیں بھی فرمائی ہیں۔ محققین کہتے ہیں کہ یقیناً یہ ہجرت فرض کی حیثیت سے تاقیامت باقی رہے گی۔ یہ ہر اس مسلمان پر فرض ہوگی جو دارالکفر میں اسلام لائے اور دین کی بنیاد پر فتنوں میں ڈالا جائے حالانکہ اسے وہاں سے نکل جانے کی قدرت اور طاقت حاصل تھی۔³¹ غیر مسلم ممالک کی طرف سفر اور وہاں رہائش کے جواز کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ شروع سے لے کر مسلمانوں کا یہ معمول رہا ہے کہ مسلمان تاجر غیر مسلم ممالک میں بہ غرض تجارت جایا کرتے تھے اور فقہائے کرام میں سے کسی نے ان کے اس طرز عمل پر کوئی بات نہیں کہی۔³²

اس مسئلہ میں شرعی دلائل کا مطالعہ کرنے کے بعد جو واضح بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ یہ ہے کہ غیر مسلم ممالک میں جانا کسی قدر کراہت کے ساتھ جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں مسلمانوں کو دینی شعائر و عبادات کی انجام دہی میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ بنے۔ اگر یہ شرط پوری نہ ہو رہی ہو تو غیر مسلم ملکوں میں جانا یا وہاں مختصر یا طویل اقامت اختیار کرنا جائز نہیں ہوگا۔ تاہم اگر غیر مسلم ملکوں اور علاقوں کا سفر کسی اسلامی مصلحت یا مسلمانوں کے فائدے کے لیے کیا جائے جس کے بالمقابل اس سفر و قیام کے نقصانات کم ہوں تو ایسے ملی و دینی مصالح کی خاطر سفر کرنا جائز ہے۔ اگر مطلوبہ مصالح و منافع اسلامی نقطہ نظر سے مستحب ہوں تو یہ سفر بھی مستحب ہو جائے گا اور اگر واجب یا فرض ہوں تو یہ سفر بھی واجب یا فرض ہو جائے گا۔ بالکل اسی طرح اگر اس سفر میں کوئی حرام فعل انجام دیا جا رہا ہے تو یہ سفر حرام سمجھا جائے گا۔ اس رائے کو اختیار کرنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس رائے پر عمل کرنے سے مختلف فقہی اقوال میں جمع و تطبیق ہو جاتی ہے اور تمام شرعی دلیلوں پر عمل کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سفر بہر حال ایک وسیلہ محض ہے جو مقصود بالذات نہیں ہوا کرتا۔ وسائل و ذرائع کے بارے میں شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے انہیں استعمال کیا جائے اسی کا حکم ان پر لاگو ہوتا ہے۔ وسائل و ذرائع میں فی نفسہ کوئی خرابی یا خوبی

نہیں ہوتی۔ چنانچہ مقصد سفر کسی شرعی مصلحت کی تکمیل کرنا ہے تو مصلحت کا شرعی حکم سفر پر بھی جاری کیا جائے گا اور اگر سفر کسی برائی کی نیت سے کیا جائے تو سفر کا حکم بھی اس برائی کے جیسا مانا جائے گا۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ بہت سارے صحابہ کرامؓ کے بارے میں منقول ہے کہ وہ غیر مسلم ملکوں کا سفر فرماتے تھے۔ یہ بات اللہ کے رسول ﷺ کے علم میں بھی تھی لیکن آپ ﷺ نے ان کے اس عمل پر نکیر نہیں فرمائی۔ بلکہ بعض اوقات ایسے سفر خود آپ ﷺ کے ایما پر کیے گئے جیسا کہ ملک حبشہ کی طرف پہلی اور دوسری ہجرت کا معاملہ ہے، یا حضرت مصعب بن عمیرؓ کا مدینہ منورہ آکر وہاں کے نو مسلموں کو قرآن کریم کی تعلیم دینے کا واقعہ ہے۔ یہ تمام اسفار آپ ﷺ کے حکم پر کیے گئے تھے۔³³

حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے حکم پر یمن کا سفر کیا تھا۔ انہیں رخصت کرتے وقت آپ ﷺ نے ان سے فرمایا تھا کہ تم ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں، اس لیے تمہاری پہلی دعوت یہ ہونی چاہیے کہ وہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی گواہی دینے لگیں۔ حدیث کے الفاظ درج ذیل ہیں:

إِنَّكَ سَتَأْتِي قَوْمًا أَهْلَ كِتَابٍ، فَإِذَا جِئْتَهُمْ فَأَدْعُهُمْ إِلَى أَنْ يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَكَيْلَةٍ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ أَعْيُنِيهِمْ فَيُتْرَدُ عَلَى فَقْرِهِمْ، فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لَكَ بِذَلِكَ فَأَيَّاكَ وَكَرَائِمَ أَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الظُّلْمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ۔³⁴

ترجمہ: تم ایک ایسی قوم کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب ہیں۔ اس لیے جب تم وہاں پہنچو تو پہلے انہیں دعوت دو کہ وہ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ وہ اس بات میں جب تمہاری بات مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر روزانہ دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں فرض کی ہیں۔ جب وہ تمہاری یہ بات بھی مان لیں تو انہیں بتاؤ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ دینا ضروری قرار دیا ہے، یہ ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں پر خرچ کی جائے گی۔ پھر جب وہ اس میں بھی تمہاری بات مان لیں تو ان کے اچھے مال لینے سے بچو اور مظلوم کی آہ سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ مکہ میں گزر جو فقہی اصطلاح میں دار الکفر ہی تھا۔ بالخصوص عمرۃ القضاء کے وقت جو صلح حدیبیہ کے ایک سال بعد ہو آپ ﷺ مکہ تشریف لائے تھے حالانکہ اس وقت تک اس کی حیثیت دار الکفر کی تھی اور دو سال بعد بھی یعنی فتح مکہ کے موقع پر ہی وہ دار السلام بن سکا تھا۔³⁵

حرمت کے قائلین فقہائے مالکیہ نے جو یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکین و کفار کے مابین رہنے سے منع فرمایا ہے تو اس پر ہمارا کہنا ہے کہ یہاں اطلاق اور عموم مراد نہیں ہے۔ بلکہ دیکھا جائے گا کہ وہاں جانے والا مسلمان دیا کفر میں اسلامی شعائر کی اقامت اور انجام دہی پر قادر ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ لوگوں کا یہ استدلال کرنا کہ اللہ تعالیٰ نے غیر مسلموں کے درمیان رہنے والے مسلمانوں سے ولایت کا

تعلق ختم کرنے کا حکم دیا ہے اور بتایا ہے کہ ایسے مسلمانوں پر غیر مسلموں جیسے احکام جاری کیے جائیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم ممالک کا سفر کرنا حرام ہے۔ یہ استدلال کافی نہیں ہے کہ اس کی بنیاد پر غیر مسلم ممالک کا سفر کرنا اور وہاں منتقل ہونا حرام ہو جائے جب کہ وہاں مسلمان کو دینی شعائر و عبادات کی اقامت اور ادائیگی سے نہ روکا جاتا ہو۔ یا پھر کسی اور ملی و اجتماعی یا دینی و دعوتی مصلحت کے تحت سفر کو بھی ناجائز مانا جائے حالانکہ ایسی مصلحت کی تکمیل پر جو فوائد و ثمرات اور اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں وہ متوقعہ بیشتر مفاسد و مضرات سے زیادہ وزن دار اور لائق ترجیح ہیں۔ شیخ مناع القطان نے اپنی کتاب "اقامۃ المسلم فی بلد غیر المسلمین کے اندر غیر مسلم ممالک کے سفر کو مختلف اغراض و مقاصد کے تحت تقسیم کیا ہے اور ان مقاصد کی تعداد انہوں نے اٹھ تک بیان کی ہے۔ انہوں نے ہر غرض یا محرک کے تحت سفر کا حکم مختلف مانا ہے۔

غیر مسلم ممالک میں رہائش کا حکم مختلف حالات اور مخصوص فرد کی صورت حال پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر مسلمان وہاں اپنے دین پر عمل کر سکتا ہے، اپنے حقوق محفوظ پاتا ہے اور دین پر کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوتا، تو ایسی جگہ پر رہنا جائز ہو سکتا ہے۔ تاہم، اگر دین کی حفاظت میں دشواری پیش آتی ہو، یا مسلمانوں کے لیے اپنے مذہب کو عمل میں لانے میں مشکلات ہوں، تو وہاں رہنا جائز نہیں ہوگا۔

حوالہ جات

- 1 عبد الجبیر بکر، الاقلیات المسلمیة فی آسیا و استرالیاء، بیروت: دار الفکر، ۱۴۲۷ھ، ص: ۸
- 2 سلیمان محمد توبولیاک، الاحکام السیاسیة للاقلیات المسلمیة فی الفقہ الاسلامی، دار الفکاء، عمان، ۱۴۱۸ھ، ص: ۲۷
- 3 الکتانی، علی المنقصر، الاقلیات الاسلامیة فی العالم الیوم، مکتبۃ المنارۃ، مکہ مکرمہ، ۱۴۱۳ھ، ص: ۶
- 4 احمد شلبی، حول الاقلیات الاسلامیة، منارۃ الاسلام، ۱۴۱۴ھ، ص: ۲۹
- 5 محمود شاکر، التاریخ الاسلامی التاریخ المعاصر: الاقلیات الاسلامیة، المکتبۃ الاسلامی، دمشق، ۱۴۱۶ھ، ج: ۱، ص: ۲۲
- 6 یوسف القرضاوی، ڈاکٹر، فقہ الاقلیات، مترجم: الیاس نعمانی و شعبہ حسنین، م، ۲۰۱۱ء، ص: ۲۲
- 7 الکتانی، الاقلیات الاسلامیة فی العالم الیوم، ص: ۶
- 8 الزلیعی، فخر الدین عثمان بن علی، تمییز الحقائق، المطبعت الکبری الامیریة، قاہرہ، ۱۳۱۳ھ، ج: ۳، ص: ۱۱۰
- 9 شافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام، دار الکتب العلمیہ، بیروت، سن، ج: ۴، ص: ۲۸۱
- 10 ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد بن محمد، المغنی، والشرح الکبیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج: ۷، ص: ۵۰۱
- 11 سورۃ الانعام: ۶: ۱۵۶
- 12 ابن حجر عسقلانی، سبل السلام، دار المعرفۃ، بیروت، ۲۰۱۰ء، ج: ۴، ص: ۱۳۷۴

- 13 شافعی، کتاب الام، ج: ۴، ص: ۱۷۳
- 14 القسطلانی، شہاب الدین، ارشاد الساری، دار العلم، بیروت، ۱۹۹۸م، ج: ۵، ص: ۲۷۳
- 15 مالک بن انس، الموطا، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن، حدیث: ۱۸۸
- 16 ابن حجر عسقلانی، سبل السلام، ج: ۴، ص: ۱۳۷۳
- 17 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، کتاب السیر عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی اخذ الجزیة من المجوس، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن، حدیث: ۱۵۸۷
- 18 موسوعة الایمان، ج: ۲، ص: ۹۷۴
- 19 زیدان، الدكتور عبدالکریم، احکام الذمیین والمستأمنین، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۰۸ھ، ص: ۶۱
- 20 سورة الباقیة ۴۵: ۲۴
- 21 ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، اغنیة اللہقان، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۹۹۶م، ج: ۲، ص: ۲۵۶
- 22 ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، مدارج السالکین، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۹۹۸م، ج: ۲، ص: ۳۳۹
- 23 البخاری، الجامع الصحیح، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، سن، ج: ۸، ص: ۲۰۷
- 24 مالک بن انس، المدونة الکبری، دار الکتب العربی، بیروت، ۲۰۱۰م، ج: ۴، ص: ۲۷۰
- 25 ابن رشد، محمد بن احمد، المقدمات الممدمات، دار معرفہ، بیروت، ۲۰۰۹م، ج: ۲، ص: ۱۵۱
- 26 سورة الانفال ۸: ۷۲
- 27 سورة النساء ۴: ۹۷-۱۰۰
- 28 مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۸ء، ج: ۱، ص: ۳۸۷-۳۸۸
- 29 ابن العماد، عبدالحی بن احمد بن محمد، شذرات الذهب، دار الکتب العربی، بیروت، سن، ج: ۵، ص: ۳۳۵
- 30 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب اذا سلم الصبی فمات بل یصلیٰ علیہ وبل یرض علی الصبی الاسلام، حدیث: ۱۳۵۷
- 31 شافعی، کتاب الام، ج: ۴، ص: ۱۶۱
- 32 ابن العماد، شذرات الذهب، ج: ۵، ص: ۳۳۶
- 33 ابن ہشام، السیرة النبویة، دار الکتب العربیہ، بیروت، سن، ج: ۱، ص: ۴۳۴، ۴۳۱
- 34 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزکوٰۃ، باب اخذ الصدقة من الاغنیاء وترد فی الفقراء حیث كانوا، حدیث: ۱۴۹۶
- 35 ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۹۹۸م، ج: ۷، ص: ۴۹۹

References

1. Abd al-Majid Bakr, Muslim Minorities in Asia and Australia, Hayyat al-Aanat al-Islamiyya, 1427 AH, p.8.
2. Sulaiman Muhammad Tobuliak, Al-Ahkam al-Siyasyyyah for the Minorities of Muslimah in Fiqh al-Islami, Dar al-Nafais, Amman, 1418 AH, p:27
3. Al-Katani, Ali Al-Muntasir, Al-Islamic Minorities in the World Today, Makkah Al-Manarat, Makkah, 1413 AH, p:6
4. Ahmad Shalabi, Howl al-Aqliyat al-Islamiyyah, Manarat al-Islam, 1414 AH, p:29
5. Mahmood Shakir, Al-Tarikh al-Islami al-Tarikh al-Mawdin: Al-Uqliyat al-Islamiyyah, Al-Muktab al-Islami, Damascus, 11416 AH, vol:11, p:22
6. Yusuf Al-Qaradawi, Doctor, Jurisprudence of Minorities, Translated by: Ilyas Nomani and Shuba Hasnain, M.N., 2011, p.24
7. Al-Kutani, Al-Aqliyat al-Islamiyyah fi al-Alam al-Yum, p. 6
8. Al-Zila'i, Fakhr al-Din Uthman bin Ali, Tabi'in al-Haqaiq, Al-Mutabat al-Kubra al-Amiriyyah, Cairo, 1313 AH, vol.3, p.110
9. Shafi'i, Muhammad bin Idris, Kitab al-Ilam, Dar al-Kitab Ulamiyyah, Beirut, Sun. Vol.4, p.281.
10. Ibn Qudama, Abdullah bin Ahmad bin Muhammad, al-Mughni, and al-Sharh al-Kabeer, Dar al-Kitab al-Ulamiya, Beirut, vol.7, p.501.
11. Surah Al-An'am 156:6
12. Ibn Hajar Asqalani, Sabal al-Salam, Dar al-Marifah, Beirut, 2010, vol. 4, p. 1374.
13. Shafi'i, Kitab al-Ilam, vol.4, p.173
14. Al-Qastlani, Shahabuddin, Irshad al-Sari, Dar al-Ilam, Beirut, 1998, vol.5, p.273.
15. Malik bin Anas, Al-Muta, Muktaba Rahmaniya, Lahore, Sun, Hadith: 188
16. Ibn Hajar Asqalani, Sabal al-Salam, Vol. 4, p. 1373
17. At-Tirmidhi, Muhammad bin Isa, Al-Jami, Kitab al-Seyr of the Messenger of Allah, may Allah bless him and grant him peace, Chapter Ma Jaya fi Ikhaz Al-Jaziyyah from Al-Majjoos, Muktaba Rahmaniya, Lahore, Sun., Hadith: 1587
18. Musawat al-Ijma, Vol.2, p.974
19. Zaidan, Al-Daktor Abd al-Karim, Ahkam al-Dhimeen wal-Mustamanin, Masisat al-Rasalat, Beirut, 1408 AH, p: 61
20. Surat al-Jasiyyah 24:45
21. Ibn Qayyim Al-Jawziyyah, Muhammad Ibn Abi Bakr, Ighasatullahfan, Masisat al-Rasalat, Beirut, 1996, vol.2, p.256.
22. Ibn Qayyim al-Jawziyya, Muhammad bin Abi Bakr, Madaraj al-Salkin, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, 1998, vol.2, p.339
23. Al-Bukhari, Al-Jama'i al-Sahih, Muktaba Rahmaniya, Lahore, Sun., Vol.8, p.207.
24. Malik bin Anas, Al-Madunat al-Kubra, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, 2010, vol.4, p.270.
25. Ibn Rushd, Muhammad Ibn Ahmad, Al-Muqadamat al-Muhamadat, Dar Marifah, Beirut, 2009, vol.2, p.151
26. Surah Al-Anfal 72:8
27. Surat al-Nisa 97:4-100
28. Maududi, Abul-Ala, Maulana, Understanding the Qur'an, Interpreter of the Qur'an Institute, Lahore, 2008, Vol. 1, pp. 387-388.
29. Ibn al-Imad, Abd al-Hayyy ibn Ahmad ibn Muhammad, Shazrat al-Zahb, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, Sun.
30. Al-Bukhari, Al-Jami' al-Sahih, Kitab Al-Janaiz, Chapter Aza-Islam Al-Subi Famat Hill Yasla (Alaihi Wasalhi) Whil Ya'ra' Ali Al-Subi Al-Islam, Hadith: 1357
31. Shafi'i, Kitab al-Ilam, vol.4, p.161

32. Ibn al-Imad, Shazrat al-Zahb, vol.5, p.336
33. Ibn Hisham, Al-Sirat al-Nabawiyah, Dar al-Kitab al-Arabiyyah, Beirut, Sun. Vol. 1, pp. 321, 434.
34. Al-Bukhari, Al-Jami' al-Sahih, Kitab Al-Zakah, Chapter "Deriving Sadaqat from the Rich and Discarding the Poor" (Hadith: 1496)
35. Ibn Hajar Asqalani, Fath al-Bari, Dar al-Kitab al-Arabi, Beirut, 1998, vol.7, p.499